© rasailojaraid.com

مکالمہ بین المذاہب اور اس کا تصور

قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمدللّٰہ وحدہ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، ولا معصوم بعدہ ولا أمة بعد أمته ولا کتاب بعد کتابه، أمابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم.

﴿لا ینهٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم في الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا إلیهم إن اللّٰہ یحب المقسطین، إنما ینهٰکم اللّٰہ عن الذین قاتلوکم في الدین وأخرجوکم من دیارکم وظاهروا علی إخراجکم ان تولّوهم ومن یتولهم فأولئك هم الظالمون﴾. صدق اللّٰہ العظیم.

ارباب علم ودانش! آج کے اس فکر انگیز سیمینار میں مجھے جو عنوان دیا گیا ہے، وہ ہے ''مکالمہ بین المذاہب اور اس کا تصور''.

آج پوری دنیا میں انٹرفیتھ ڈائیلاگ یعنی مکالمہ بین المذاہب کی بات ہو رہی ہے، یہ صرف ایک موضوع ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کیلئے ایک چیلنج بھی ہے، کیونکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس موضوع کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے دونوں پہلو پیشِ نظر رہنے چاہئیں کہ اس وقت میں جہاں یہ ایک عالمی ضرورت ہے، وہاں ایک عالمی چیلنج بھی ہے۔

معزز سامعین! دنیا بوجوہ ایک گلوبل ویلیج کی حیثیت اختیار کرچکی ہے، تجارت نے، سائنس وٹیکنالوجی نے اور خاص طور پر آمد ورفت کے ذرائع کی بہتات نے بڑھتی ہوئی آبادی نے، اور اسی طرح میڈیا نے دنیا کو ایک گاؤں کی شکل دے دی ہے۔ اب وہ دور اور زمانہ دور نہیں کہ ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ تک مہینوں بعد پہنچے اور ایک جگہ سے اگر کسی نے دوسرے ملک یا شہر جانا ہو تو وہ قافلوں کا انتظار کرے۔ اور قافلہ بنے تو وہ جاسکے۔ اور اصحاب القوافل کا نام اب کتابوں اور تاریخوں میں تو ملے گا لیکن اس معنی یا آج کے دور کی کتابوں میں اصحاب القول کے نام کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصطلاح ملتی ہے۔ آج ایک لمحے میں ''کراچی'' کی خبر ہی نہیں بلکہ پاکستان کے پسماندہ ترین دیہات کی خبر بھی پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں اور ایک جگہ کے حالات وہاں تک ہی محدود نہیں رہتے، وہ دوسروں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ اس کے اثرات یا ثمرات، اس کے فوائد یا نقصانات ہمہ گیر اور عالمگیر ہوتے ہیں اور لمحوں اور منٹوں میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ انسان کے تصور میں بھی جو چیز نہیں تھی، آج ایک زمینی حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔ لہٰذا ایسے دور میں جب کہ انسانی برادری، دنیائے انسانیت ایک گلوبل ویلیج کی شکل اختیار کر چکی ہو، تو ایک دوسرے سے لاتعلق نہیں رہا جا سکتا۔ ایک دوسرے کے حالات سے متاثر نہ ہوں یہ ممکن نہیں ہے، یقیناً ایک جگہ کے حالات دوسری جگہ پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ ابھی آپ دیکھیں کہ ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکوں کی (نعوذ باللہ) اشاعت ہوتی ہے تو صرف کوپن ہیگن تک وہ بات محدود نہیں رہتی، وہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور پوری دنیا میں مسلمان سراپا احتجاج بن جاتے ہیں، اسی طرح اگر نائن الیون کا واقعہ ہوتا ہے تو وہ صرف نیویارک تک ہی محدود نہیں رہتا، وہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کو نہیں گراتا وہ پھر افغانستان، عراق اور دنیا کے کئی ممالک کو گرا دیتا ہے۔ بڑی تیزی سے پوری دنیا اس سے متاثر ہوتی ہے، صرف یہی نہیں کہ وہی علاقہ اس سے متاثر ہو بلکہ پوری دنیا متاثر ہوتی ہے تو یہ دنیا ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے، ایک گاؤں بن گئی ہے اور اس کو گاؤں اس لئے کہتے ہیں کہ عام طور پر شہروں کی آبادی میں وسعت ہوتی ہے اور وہاں ایک جگہ کی خبر دوسری جگہ دیر سے پہنچتی ہے اور دیہات چھوٹے ہوتے ہیں وہاں بڑی جلدی ایک چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت: اسی طرح آپ جانتے ہیں اور میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ میں اب تک دنیا کے جن ملکوں میں گیا ہوں، ان میں یورپ، افریقہ، امریکہ اور ایشیا کے بہت سے ممالک شامل ہیں، مجھے اب تک کوئی ایسا ملک نہیں ملا جس ملک کے اندر صرف ایک مذہب کے ماننے والے ہوں۔ ہر ملک میں اور ہر ملک کے تقریباً ہر شہر میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ وہاں ملے۔ کہیں کوئی مذہب والے اکثریت میں اور دوسرے اقلیت میں اور کہیں وہ اقلیت میں اور اکثریت والے اقلیت میں ہیں۔ تو اس لحاظ سے یہ نہیں ہے کہ ایک جگہ کے حالات اور معاملات دوسری جگہ اثر انداز نہیں ہوتے، بلکہ وہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اب اس میں دو راستے ہیں ایک راستہ ہے تصادم اور ٹکراؤ کا، اس سے امن اور انسانیت جس طرح تباہ ہوگی اس کو آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں، اس میں نقصان ایک کا نہیں ہوگا بلکہ سب کا ہوگا۔ اور دوسرا راستہ ہے مفاہمت کا اور ڈائیلاگ کا، مکالمے کا اور بات چیت کا۔ ظاہر ہے کہ ہر ذی شعور انسان ایسے حالات میں اور ایسے واقعات میں تصادم اور ٹکراؤ کی بجائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفاہمت اور ڈائیلاگ پر یقین رکھتا ہے۔ بات چیت ہوگی مکالمہ ہوگا، اس بناء پر میں یہ سمجھتا ہوں اور میری طرح کے بہت سے لوگ یہ بات سمجھتے ہیں کہ آج کے موجودہ حالات میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ڈائیلاگ، مکالمہ اور بات چیت وقت کی ضرورت ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ متعلقہ مسائل کو، متنازعہ مسائل کو، ممکنہ مسائل کو بات چیت کے ذریعے، مکالمے کے ذریعے اور گفت وشنید کے ذریعے حل کیا جائے اور انصاف اور عدل کی بنیادوں پر ان کو حل کیا جائے۔ اور دنیا بجائے تنازعات، جھگڑے اور بدامنی کے، سکون اور امن کے ساتھ زندگی گزارے۔ اس لئے کہ امن ہر ایک کی ضرورت ہے، جہاں مغرب کی ضرورت ہے، مشرق کی بھی ضرورت ہے اور جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کی ہے اتنی ہی ضروت بلکہ اس سے زیادہ مسلمانوں کی بھی ضرورت ہے۔ اس بناء پر مکالمہ اور باہمی ڈائیلاگ، افہام وتفہیم اور بات چیت اور گفت وشنید جو ہے اس کی اہمیت، ضرورت اور اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام اور مکالمہ بین المذاہب: بحیثیت مسلمان ہم تو صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ داعی ہیں، آج سے چودہ سو سال پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی زبان میں یہ دعوت دی: ﴿قل یا أهل الکتاب تعالوا إلی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً أرباباً من دون الله﴾. ہمیں اسلامی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ مکالمہ اور بات چیت کی نہ صرف یہ کہ اسلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے بلکہ یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دور میں تین گروہوں سے واسطہ پڑا: ۱-مشرکین اور کفار سے، ۲-یہود سے، ۳-نصاریٰ سے۔

مکۃ المکرمہ میں مشرکین مکہ سے آپ کا واسطہ پڑا، اور مسلمانوں کو اپنے عملی مسائل کے لئے ان سے بہت سی چیزوں میں واسطہ اور سابقہ پڑا۔ تو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف مشرکین سے بات چیت کی، مکالمہ کیا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاہدہ بھی کیا۔ مکالمے سے بڑھ کر چیز معاہدہ اور اگریمنٹ ہے۔ معاہدہ بھی کیا جو صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے۔ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں آکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینے کی آبادیوں میں وہاں کے شہریوں میں یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع، یہ یہودیوں کے مشہور قبیلے یہاں آباد تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بات چیت اور مکالمہ ہی نہیں کیا بلکہ معاہدہ بھی کیا جو ''میثاقِ مدینہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

اور پھر حضور علیہ السلام کو اپنی حیات طیبہ میں نجران کے عیسائیوں سے بھی گفت وشنید کرنے کا موقع ملا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے بھی مکالمہ ہوا، نجران اس زمانے میں یمن کا ایک شہر تھا اور موجودہ جغرافیے میں یہ سعودی عرب کا ایک شہر ہے، نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا اور حضور علیہ السلام نے ان سے بھی بات چیت کی۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے دور میں مشرکین، یہودیوں اور عیسائیوں سے جو بات چیت اور مکالمے کئے اور معاہدات کئے، یہ تمام چیزیں ہمیں بتاتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس دور میں اگر مکالمے کئے تو جس ضرورت کی بناء پر کئے آج اس ضرورت میں اضافہ تو ہوگا کمی نہیں ہوگی۔ مکۃ المکرمہ میں رہتے تھے تو مشرکین سے واسطہ پڑا اور مدینہ طیبہ میں رہتے تھے تو یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ تو جیسے میں نے کہا کہ آج دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں وہاں آپ کو دوسرے مذاہب کے ماننے والے ملیں گے اور میں نے عرض کیا کہ کسی ملک میں آپ اکثریت میں ہیں وہ (یعنی غیر مسلم) اقلیت میں ہیں اور کہیں ہم مسلمان اقلیت میں ہیں اور غیر مسلم اکثریت میں ہیں۔

مکالمہ بین المذاہب کی حدود و قیود: اس کے ساتھ ساتھ یہ بات عرض کروں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو مکالمہ یا ڈائیلاگ کی دعوت دی یا معاہدے کئے ان میں شہری حقوق، امن اور مذہبی آزادی کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ألا نعبد اللّٰہ إلا اللّٰہ ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون اللّٰہ" فرما کر واضح کر دیا کہ ہمارے ڈائیلاگ کی بنیاد آسمانی تعلیمات پر ہوگی۔ ہمارے مکالمے، مفاہمت اور بات چیت کی بنیادیں وہ کتابیں نہیں ہوں گی جو ہماری عقل نے اختراع کی ہیں، وہ نہیں ہوں گی جس کو ہمارے دماغ تیار کریں بلکہ ہمارے درمیان مشترکہ چیزیں وہ کہلائیں گی جو آسمانی کتاب میں اور وحی الٰہی میں ہیں، بنیادیں بھی ساتھ بتا دیں، جو مذہب کی بنیادی تعلیمات ہیں اور حقیقی اور غیر محرف تعلیمات ہیں۔

مکالمہ بین المذاہب کے بارے میں غلط تصورات: تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج کے اس دور میں یہ مکالمہ جتنا پہلے ضروری تھا، اس سے زیادہ ضروری اس لئے ہو گیا ہے کہ یہاں آپ نے دیکھا کہ پوری دنیا کے لوگ اکٹھے رہ رہے ہیں، اس بناء پر مکالمہ ایک ضرورت بھی ہے اور حقیقت بھی ہے۔ اور زمینی حقائق سے کبھی آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ لیکن اس مکالمہ بین المذاہب کا مقصد کیا ہے؟ ضرورت کیا ہے؟ اس کا تصور کیا ہے؟ پہلے میں ان خیالات اور تصورات کی بات کروں گا جو میں سمجھتا ہوں کہ مکالمہ بین المذاہب کے عنوان سے مطابقت نہیں رکھتے جو غلط اور خلاف دین (اسلام) یا خلاف حقیقت کہہ لیں۔

مثال کے طور پر ایک مطلب مکالمہ بین المذاہب کا اور انٹر فیتھ ڈائیلاگ کا یہ سمجھا جاتا ہے تمام مذاہب کے اندر جو مشترک چیزیں ہیں ان سب کو یکجا کر کے، اکھٹا کر کے ایک نیا مذہب تیار کر لیا جائے گویا مکالمہ بین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المذاہب کا مطلب ہوا کہ نئے مذہب کی تیاری۔ اسلام میں، یہودیت میں، نصرانیت میں، اسی طرح باقی قوموں میں جتنی بھی کامن اور مشترک چیزیں ہیں ان تمام کو اکٹھا کیا جائے اور مشترک چیزوں کی بنیاد پر ایک نیا مذہب تیار کرلیا جائے، یہ تصور اکبر کا تھا جس پر اس نے ''دین الٰہی'' کے نام سے کام کیا تھا۔ یہ غلط ہے یہ اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے اور یہ کبھی ممکن ہی نہیں۔ اور جس نے بھی ایسا کیا اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے بنیادی چیز توحید ہے اس توحید کے عقیدہ کی بناء پر ہی آپ دیکھیں کتنا اختلاف ہے؟ یہودی کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ عیسائی کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ اور مسلمان کیا رکھتے ہیں؟

ایک تصور یہ ہے کہ مشترک چیزوں کو بنیاد بنایا جائے۔ تو اس لئے بعض لوگوں نے کہا کہ اخلاقیات مشترک ہیں۔ ہمارے پاکستان میں بھی اعلیٰ سطح کی شخصیات نے یہ کہا تھا اور خود ہمارے سابق وزیراعظم نے بھی کہا تھا کہ جس کو یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ قرآن پاک کے پارے تیس ہیں یا چالیس۔ مجھ سے ایک دفعہ وائس آف امریکہ کے پروگرام میں پوچھا گیا کہ پاکستان کی تعلیم کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ تعلیم کا سب سے بڑا مسئلہ پاکستان کا وزیراعظم ہے، جو وزیرِ تعلیم کی بجائے وزیر جہالت کہلائے جانے کے قابل ہیں۔ جس کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن پاک کے پارے تیس ہیں یا چالیس؟ ان لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ ہم اسلامیات کا ایسا نصاب بنانا چاہتے ہیں جس میں اخلاقیات ہوں، نماز کے مسائل مثلاً رفع یدین پر اختلاف ہے، یا اور چیزوں پر اختلاف ہے۔ تو انہوں نے اس کو بہانہ بنایا یعنی اسلامیات سے نماز نکال دو، اذان نکال دو، یہ تمام چیزیں اختلافی ہیں۔ اور جو چیزیں اتفاقی ہیں، یعنی اخلاقیات مثلاً جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، خیانت نہیں کرنی چاہیے، یہ چیزیں مشترک ہیں، نصاب میں صرف ان چیزوں کا ذکر ہونا چاہیے۔ اخلاقیات کو ذکر کردو اور عقائد اور نظریات کو نصاب میں سے نکال دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذہب کے خلاف سازش ہے۔ اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ عام طور پر ہم لوگ سادہ ہوتے ہیں ہمیں پتہ نہیں چلتا، اور سوچتے ہیں کہ بات تو ٹھیک کر رہا ہے، چلیں جو دین سیکھنا ہے، نماز، عبادات اور عقیدہ وغیرہ، وہ تو بچہ گھر میں سیکھ لے گا اور سکول میں آئے گا تو سکول میں آکر اس کو توحید کے بنیادی عقیدے کی، رسالت کی، ختم نبوت کے عقیدے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہاں تو جناب والا! اس کو صرف یہ سکھایا جائے کہ ماں کا احترام کرنا ہے، باپ کا احترام کرنا ہے، سچ بولنا ہے، جھوٹ نہیں بولنا، اس طرح کی کامن چیزیں جو اخلاقیات ہیں، ان کو بنیاد بنایا جائے، عقائد و نظریات اور افکار اور فکری چیزوں کو ایک طرف کردیا جائے۔ تو اس لحاظ سے مکالمہ بین المذاہب کا یہ مطلب نہیں اور اگر کوئی یہ مطلب لیتا ہے تو وہ غلط ہے کہ تمام مذاہب کے اندر سے مشترک اور کامن چیزوں کو نکال کر ایک نیا مذہب بنایا جائے جس پر پوری دنیا اکٹھی ہو جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرا اس عنوان سے جو غلط مطلب لیا جا رہا ہے وہ ہے اتحادِ مذاہب، یعنی دنیا کے تمام مذاہب صحیح ہیں اور برحق ہیں۔ اور انسان جو بھی مذہب اختیار کرلے سب ہی آسمانی مذہب ہیں، برحق ہیں، لہٰذا وہ جو بھی اختیار کرلے وہ ناجی ہوگا، نجات پانے والا ہوگا اور یہ ہدایت ونجات کے راستے ہیں، یاد رکھیے ہم لوگ اتحادِ ملت کے نہیں، اتحادِ دین کے قائل ہیں، ہمارے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ تک ایک ہی دین آیا ہے، ہم وحدتِ ادیان کی بات نہیں کرتے، ہم وحدتِ دین کی بات کرتے ہیں یعنی ہمارے نزدیک دین ایک ہی تھا، شروع دن سے اسلام۔ اور اس کا آخری اور فائنل ایڈیشن قطعی اور حتمی وہ ہے جو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور باقی سب منسوخ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کے بغیر ان کو کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو میرا کلمہ پڑھیں گے، ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ہی دین تھا جس کو حضرت آدم علیہ السلام لائے، جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام لائے، جس کو موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے۔ اب اس دین واحد کی قطعی، حتمی، دائمی اور ابدی جو شکل ہے، وہ صرف شریعت محمدی ہے۔

لہٰذا یہ عنوان اور یہ کہنا کہ تمام مذاہب ٹھیک ہیں، اور اس بین المذاہب ہم آہنگی کا یہ مطلب لینا جو میں نے عرض کیا کہ ایک مطلب ہے کہ نیا مذہب تیار کرنا، جس کو آپ عنوان ''اشترک فی المذاہب'' کا بھی دے سکتے ہیں، جس کو آپ عنوان مشترکہ مذاہب کا بھی دے سکتے ہیں، اور دوسرا یہ کہ اتحاد مذاہب کی بات کرنا کہ تمام مذاہب ایک ہیں۔ پشاور میں ایک کانفرنس میں شرکت کرنے کا موقع ملا۔ اس میں مختلف مذاہب کے لوگ بھی تھے، تو اس میں ایک ہندو رہنما نے اور اس کے بعد ایک سکھ رہنما نے اپنی گفتگو میں اپنی کتابوں کے وہ حوالے دینا شروع کر دیئے کہ آپ کے ہاں نماز کا تصور ہے ہمارے ہاں بھی نماز کا تصور ہے، آپ کے ہاں روزہ کا تصور ہے، ہمارے ہاں بھی روزہ کا تصور ہے۔ اس کے بعد میں نے تقریر کی تو میں نے کہا کہ یہ باتیں موضوع کے خلاف ہیں اور نہ یہ اسلام کے اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ ہم اسلام کو جو حضور علیہ السلام لے کر آئے ہیں، اس کو آخری اور قطعی شکل سمجھتے ہیں۔ ''اتحاد فی المذاہب'' یا ''اشتراک فی المذاہب'' یہ مذہبی ہم آہنگی کا معنیٰ نہیں ہے، مکالمہ بین المذاہب کا یہ مطلب نہیں ہے، پھر مکالمہ بین المذاہب کا کیا مطلب ہے؟

مکالمہ بین المذاہب کا مطلب: میں کہتا ہوں کہ ایک تو پیشِ نظر رہے کہ یہ مذاہب کے درمیان ڈائیلاگ نہیں ہے بلکہ مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ڈائیلاگ ہے، یہ مکالمہ بین المذاہب نہیں بلکہ بین اہل المذاہب ہے۔ اب میں اس تفصیل میں نہیں جاتا کہ مذاہب میں مکالمے کا کیا مطلب ہے؟ یا بین اہل المذاہب کے درمیان مکالمے کا کیا مطلب ہے؟ آپ [illegible] جانتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ مذاہب کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درمیان مکالمے کی بات یہ ہوگی کہ ہم مذہبوں کو اکٹھا کر لیں اور مذاہب سے ماننے والوں کے درمیان گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ ہم پر امن بقائے باہمی ''جیو اور جینے دو'' کے فارمولے پر آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ جس طرح ایک محلے میں، ایک ملک کے لوگ، ایک گاؤں کے لوگ، ایک خاندان کے لوگوں کا کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے، کوئی خطرہ سامنے آ جائے، جھگڑا ہو یا خطرہ ہو تو بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں، جھگڑے کو ختم کرنے، خطرے سے بچنے کے لئے۔ اس کا مقصد پر امن بقائے باہمی ''جیو اور جینے دو'' ہوتا ہے۔ یہ مطلب ہے مکالمہ بین المذاہب کا، اور اس معنی کے اعتبار سے یہ آج کی ضرورت ہے۔ کس طرح ضرورت ہے؟

ایک مکالمہ بین المذاہب کی مثال: ناروے کے شہر اوسلو میں آج سے کئی سال پہلے، ہمارا ایک وفد گیا تھا اور وفد کے دورے کا بنیادی مقصد مدارس کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا۔ اتفاق سے اس وقت پاکستان سے دو بشپ (پادری) بھی ''اوسلو'' گئے ہوئے تھے۔ ایک دفتر میں ان سے اتفاقیہ ملاقات ہوگئی۔ تعارف کے بعد گفتگو شروع ہوگئی۔ ملاقات اور گفتگو کا پہلے سے نہ تو کوئی پروگرام تھا اور نہ ہی کوئی طے شدہ ایجنڈا۔ دنیا کے حالات اور پاکستان پر بات ہوتی رہی، دوران گفتگو یہ بات بھی ہوئی کہ ہمارے جو تنازعات ہیں یا مسائل ہیں ان کو گفت و شنید سے حل کرنا چاہیے، سڑکوں پر وہ مسائل حل ہونے والے نہیں، نہ کرنے چاہییں، مثال کے طور پر ہم نے ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ پاکستان میں جو ''انسداد توہین رسالت'' کا قانون ہے، اس قانون کے خلاف آپ جلسے اور جلوس کرتے ہیں، قراردادیں اور ریزولیشن پاس کرتے ہیں کہ یہ جو قانون ہے، اس کو ختم کرنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام کی گستاخی پر سزائے موت کا قانون ہے، اس پر آپ کی طرف سے احتجاج اور اس کو ختم کرنے کی آوازیں، صدائیں اور قراردادیں منظور ہوتی ہیں۔ ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کو اس پر کیا اشکال ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ پاکستان میں یہ قانون اقلیتوں کو دبانے کے لئے بنایا گیا ہے، ہمیں اتفاق نہیں۔ یہ قانون آپ کو دبانے، آپ کو اذیت دینے، آپ کو تکلیف دینے، آپ پر جارحیت کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تکلیف سے بچنے کے لئے ہے۔ یہ تکلیف دینے کے لئے نہیں بلکہ تکلیف سے بچنے کے لئے ہے۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ یہ قانون صرف نبی کریم ﷺ کی گستاخی پر سزائے موت کا نہیں ہے بلکہ یہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو ننانوے نبی اور پیغمبر جو آئے ہیں، ہر ایک نبی اور پیغمبر کی عزت کو ہم اپنا ایمان سمجھتے ہیں کسی ایک نبی کی بھی اگر توہین ہو تو ہم اس کی توہین کو اتنا ہی جرم سمجھتے ہیں جتنا کہ حضور علیہ السلام کی، تو جس طرح گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل ہے، موت ہے، پھانسی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو گستاخی کرے گا اس کے لئے بھی یہی سزا ہے، اور تیسرا میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ توہین یا انسلٹ کی اجازت دیں گے، کیا دنیا کا کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہذب معاشرہ، قانون اور آئین کسی بھی توہین کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ عام انسان کی انسلٹ کی اجازت نہیں دیتا، چہ جائیکہ جو ایمان اور عقیدت کا مرکز ہو، اس کی توہین کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے، اور ایسے قوانین دنیا کے اور ملکوں میں بھی ہیں۔ حالانکہ وہ سیکولر ملک کہلاتے ہیں، یورپ کے بعض ملکوں میں بھی ہیں۔ برطانیہ میں بھی ایک دفعہ حضرت عیسیٰ کی توہین پر ایک شخص کو سزائے موت سنائی گئی ہے۔ اس لئے کیا آپ کہتے ہیں کہ توہین کا دروازہ کھلا رہے۔ اور یہ فرق بھی ہونا چاہیے کہ توہین اور چیز ہے اور اظہارِ رائے کی آزادی اور چیز ہے۔ فریڈم آف سپیچ، آزادیٔ اظہار رائے اور تحریر کی آزادی اور چیز ہے اور کسی کی توہین کرنا اور چیز ہے۔ اور آپ بتایئے کہ اگر پاکستان میں توہینِ رسالت کا قانون بالکل ختم کر دیا جائے اور کوئی شخص حضور علیہ السلام کی توہین کرے تو کیا وہ زندہ رہے گا۔ قانون نہ بھی ہو تو کیا مسلمان یہ برداشت کریں گے؟ وہ تو فوراً خود یہ فیصلہ کریں گے، اور یہ قانون تو وہ ہے کہ جو غیر مسلموں کو تحفظ دیتا ہے کہ اگر کسی پر یہ الزام لگا ہے یا اس کے الفاظ کا یہ مطلب نہیں نکلتا تو وہ عدالت جائے گا، کورٹ جائے گا، بحث ہوگی اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو، جرم نہ ہو تو قانون اس کو بری کر دے گا۔ اگر قانون کو ہٹا دیں گے تو اور زیادہ نقصان ہوگا، قانون رہنے سے تو فائدہ ہے اور یہ توہین کا راستہ روکنے کے لئے ہے۔ اور کیا آپ اس بات پر راضی ہوں گے کہ توہین کی اجازت دے دی جائے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ بڑی بحث وتمحیص کے بعد انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہمیں اس قانون پر کوئی اعتراض نہیں۔ قانون کے غلط استعمال پر ہمارا اشکال ہے کہ ہوتی ذاتی دشمنی ہے، کاروباری دشمنی ہے وہ جناب اس پر 295/C لگا دیتا ہے کہ اس نے حضور علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ ہم نے انہیں یہ بھی بتایا کہ اس قانون کی زد میں آنے والوں کے خلاف مقدمات کا آپ پاکستان میں سروے کریں تو غیر مسلموں کے خلاف کم ہوں گے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والوں کے خلاف زیادہ ہوں گے۔ اس لئے صرف یہ آپ کے خلاف نہیں ہے بلکہ جو بھی توہین کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، تو اس کے خلاف ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔ ہم نے کہا آپ اس بات کو مانیں کہ قانون صحیح ہے، جہاں تک غلط استعمال کا تعلق ہے تو ہم اس پر بات چیت کرتے ہیں۔ کسی بھی قانون کا غلط استعمال اس قانون کو غلط نہیں بنا دیتا۔ ہمارے ملک میں دفعہ ۳۰۲ قتل کا قانون ہے، کیا یہ غلط استعمال نہیں ہوتا؟ کیا اس کی وجہ سے دفعہ ۳۰۲ کا قانون ختم کر دیا گیا ہے۔ ہم نے تحفظ حقوق نسواں بل پر بھی مہم چلائی تھی اور کہا تھا کہ یہ بل قرآن کے خلاف، سنت کے خلاف، عورتوں کے حقوق کے خلاف ہے، جو قانون آپ لا رہے ہیں یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ اور صرف یہ کہتے ہوئے اس کو غلط قرار دینا ... زنا بالجبر میں درج کریں یا زنا بالرضا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں، حدود میں لکھیں یا تعزیر میں۔ تو ہم نے کہا کہ پولیس کے غلط استعمال سے قانون کیسے غلط ہو گیا۔ کتنے قانون ہیں کہ پولیس غلط استعمال کرتی ہے، قانون کے غلط استعمال کو روکا جائے۔ قانون کو ختم کرنا یہ کوئی دانش مندی نہیں۔ لہٰذا آپ اس قانون کو صحیح مانیں، البتہ اگر اس کا کہیں غلط استعمال ہے تو اس پر بیٹھ کر بات ہو سکتی ہے، ہم بھی اتفاق کریں گے کہ کسی بھی بے گناہ شخص کے اوپر ایسا الزام لگ جائے تو اس کو سزا نہیں ملنی چاہیے۔

تو اس طرح کے ایشوز میں اور تنازعات میں بین المذاہب ہم آہنگی کا یہ مطلب ہے کہ جو تنازعات یا خطرات ہیں، ان کو بیٹھ کر گفت وشنید سے حل کیا جائے اور اس کا نام ہے ''پرامن بقائے باہمی'' ''جیو اور جینے دو''، یہ ہے اس کا مقصد۔ اس کا مقصد مذاہب کے درمیان اتحاد ثابت کرنا، نیا مذہب تیار کرنا، مذہبوں کے حق ہونے کے سرٹیفکیٹ دینا، اتحاد مذاہب کی بات کرنا، یہ بالکل نہیں ہے۔ جو یہ مطلب لیتا ہے، وہ غلط ہے۔

عدم برداشت مسلم معاشروں میں ہے یا غیر مسلم معاشروں میں: مجھے ایک سیمینار میں بیرون ملک جانا ہوا اور اس کا عنوان تھا ''مسلم معاشروں میں بڑھتے ہوئے عدم برداشت کے رجحانات، اسباب اور سدباب'' کہ مسلم معاشروں میں جو عدم برداشت کا رجحان بڑھ رہا ہے اس کو کیسے کنٹرول کیا جائے اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ تو میں اپنی گفتگو میں آغاز میں یہاں سے کیا کہ مجھے آپ کے اس عنوان سے اختلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ طے کر لیا کہ عدم برداشت مسلم معاشروں میں ہے، اس کو کیسے روکنا ہے؟ حالانکہ یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ حقائق کی روشنی میں دیکھنا ہو گا کہ مسلم معاشروں میں عدم برداشت زیادہ ہے یا غیر مسلم معاشروں میں عدم برداشت زیادہ ہے؟ آپ عنوان زمینی حقائق کے مطابق تجویز کریں۔

میں نے کہا کہ میں دلائل سے بات کرتا ہوں، آپ دیکھیں کہ چین میں اس وقت مسلمانوں کو کن مشکلات کا سامنا ہے، چیچنیا میں مسلمانوں کی اس وقت کیا صورت حال ہے؟ سوویت یونین کے ٹوٹنے سے پہلے مسلمان کن مظالم کا شکار رہے ہیں اور آج بھی تھائی لینڈ میں، فلپائن میں، برما میں مسلم آبادی کن عدم برداشت کے رجحانات کا شکار ہے اور ہندوستان میں کتنے مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے۔ غیر مسلم معاشروں میں مسلمانوں کو عدم برداشت کے بہت سارے جذبات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بوسنیا اور چیچنیا کے لاکھوں مسلمان مذہبی عدم برداشت کا شکار بنے اور آج افغانستان میں صورت حال دیکھئے، اور کشمیر میں دیکھیں، فلسطین میں دیکھیں، پوری دنیا میں اگر خون بہہ رہا ہے تو مسلمان کا خون بہہ رہا ہے۔ عدم برداشت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اگر عدم برداشت سے آپ کی مراد یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں مسلم سوسائٹیوں اور معاشروں میں غیر مسلموں کو کاروبار کرنے کی اجازت نہیں تو میں نے کہا کہ یہ بالکل غلط ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے مسلمان ملکوں میں بڑے بڑے کاروبار غیر مسلموں کے ہیں، ان کو پوری طرح آزادانہ کاروبار کی، تجارت کی خرید وفروخت کی اجازت ہے۔ ان کو وہاں پراپرٹی خریدنے کی اور ملکیت حاصل کرنے کے پورے حقوق حاصل ہیں، اگر عدم برداشت ہوتا تو کیا پھر کاروبار کرنے کی اجازت کوئی دے سکتا؟ غیر مسلم پراپرٹی لے سکتا، وہ خرید وفروخت کرسکتا تھا۔ اسکو آزادی حاصل ہے۔ اس کو آنے جانے کی آزادی حاصل ہے۔ بلکہ میں نے کہا انہیں اتنی آزادی حاصل ہے جتنی ہمیں حاصل نہیں ہے۔ ہمیں تو آپ کے ملک ویزے نہیں دیتے۔ جبکہ ہم نیشنیلٹی دینے کو تیار ہیں۔ آج تک آپ بتایئے کسی غیر مسلم مذہبی پیشوا کو پاکستان یا سعودی عرب نے ویزہ دینے سے انکار کیا ہے؟ اور کتنے مسلمان علماء ہیں جن کو امریکہ نے ویزہ نہیں دیا، یورپ کے ملکوں نے ویزے نہیں دیئے، تاجروں کو نہیں دیئے۔ عدم برداشت ہماری طرف سے ہے یا ان کی طرف سے؟ ان کو تو آزادانہ آمد ورفت کی سہولتیں حاصل ہیں، آئیں جائیں اور مذہبی تعلیم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ بتایئے کہ پاکستان میں عیسائیوں کے اسکول ہیں یا نہیں؟ یونیورسٹیاں، کالج اور تعلیمی ادارے آزادی کے ساتھ کام کررہے ہیں اور انہیں اپنے پیروکاروں کو مذہبی تعلیم دینے کی اجازت ہے اور اپنی مذہبی رسومات کی ادائیگی کی اپنے مذہب کے مطابق آزادانہ حیثیت حاصل ہے۔ چرچوں میں، مندروں میں ہر طرح کی اجازت حاصل ہے اور یہاں تو اقلیتوں کو زیادہ حقوق دیئے گئے ہیں۔

پاکستان میں اقلیتوں کو حاصل حقوق ومراعات: میں جرمنی گیا تو جرمن پارلیمنٹ میں وہاں کے سپیکر نے ہمیں ایک ظہرانہ دیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب آپ کی جرمن پارلیمنٹ میں کوئی مسلمان ممبر بھی ہیں؟ تو کہا کہ ہاں ہیں، تو میں نے کہا کہ کتنے؟ تو اس نے کہا کہ تین یا چار ہیں۔ تو میں نے کہا جنرل الیکشن سے آئے ہیں یا ان کے لئے کوئی ریزرو سیٹ ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جنرل الیکشن سے آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کی پارلیمنٹ میں کوئی مخصوص نشستیں بھی یہاں کے مسلمانوں کے لئے یا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے کہا کہ پھر "پاکستان" اقلیتوں کے حقوق میں آپ سے آگے ہوا، اس لئے کہ پاکستان میں تو ان کے لئے ڈبل ووٹ ہے اور ہمارا سنگل ووٹ ہے۔ پھر وہ جنرل الیکشن میں بھی آسکتے ہیں، کوئی بھی پارٹی ان کو ٹکٹ دے یا وہ آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن میں کھڑے ہوں اور پھر ان کے لئے مخصوص نشستیں بھی ہیں۔ قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی اور صرف سینٹ میں ہی نہیں بلکہ بلدیاتی اداروں میں اور ایوانِ بالا تک تمام سطح پر ان کے لئے ریزرو سیٹیں بھی ہیں۔ آپ بتایئے کہ آپ کے ہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ دیکھئے کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی ہے لیکن آپ بتایئے کہ کیا مسلمانوں کو اپنے پرسنل لاء ز کی اجازت ہے؟ نکاح، طلاق، وراثت کے مسائل میں وہاں کے قانون کے پابند ہیں یا اسلام کے مطابق؟ وہاں کے قانون کے پابند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، میاں بیوی کے درمیان طلاق ہوجائے تو برطانیہ کا قانون یہ ہے کہ جتنی بھی آپ کی پراپرٹی اور جائیداد ہے وہ (ففٹی، ففٹی) نصف نصف ہوجائے گی۔ وہاں اگر مسلمان عدالت میں جاکر کہے کہ میں تو مسلمان ہوں، میرے ہاں جو بھی تقسیم ہوگی اسلام کے مطابق ہوگی۔ تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور آپ بتائیے کہ پاکستان میں اور دیگر مسلمان ملکوں میں غیر مسلموں کو ان کے پرسنل لاء کے طور پر اپنے مذہب کی پریکٹس کی اجازت ہے یا نہیں؟ وہاں ان کے فیصلے، نکاح، طلاق وغیرہ کے ان کے مذہب کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن کیا مسلمانوں کو اس کی حاجت نہیں ہے؟ تو یہ حقائق کو نہ سمجھنے والی بات ہے۔

دو باتیں پاکستان کی زیادہ اچھالی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان نے قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دیا۔ غیر مسلم قوتیں اگر جمہوریت پر، پارلیمنٹ پر یقین رکھتی ہیں تو ان کے علم میں ہونا چاہئے کہ یہ کسی مفتی کے فتویٰ کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ باقاعدہ پارلیمنٹ میں بحث ہوئی ہے اور پارلیمنٹ نے بحث کر کے، پوری پارلیمنٹ نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ یہ ایک آئینی فیصلہ ہے، پارلیمانی روایات کے مطابق ہے اور جمہوری اصولوں کے مطابق ہے۔ 1973ء کا آئین، جس کا اب حلیہ بگاڑ دیا گیا ہے، اس آئین کو بنانے میں مذہبی علماء کا بہت بڑا کردار ہے اور اس آئین کو آپ دیکھ لیں اس میں اقلیتوں کو مکمل حقوق دیئے گئے ہیں۔ اسلام ہمیں مسلم ممالک میں رہنے والے غیر مسلموں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ غیر مسلم کی جان اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمان کی جان محفوظ ہے۔ غیر مسلم کا مال اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمان کا ہے۔ اس کی عزت اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمان کی عزت محفوظ ہے۔ دمہ کدمنا مالہ کمالنا پوری طرح ان کو تحفظ حاصل ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مسلم معاشروں میں ہی فقط عدم برداشت ہے۔ اس کو کس طرح روکا جائے اور ان میں کیسے برداشت لائی جائے؟ میں نے کہا کہ یہ عنوان غلط ہے، یہ کہیں کہ جن سوسائٹیوں میں، جن معاشروں میں، جن ملکوں میں بھی خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، عرب برداشت ہے، اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اور اس کا حل کیا ہے؟

ڈائیلاگ کی ضرورت واہمیت: لہٰذا میرے نزدیک ڈائیلاگ یا بات چیت سے ہمیں حقائق سامنے لانے چاہئیں اور ہر ملک اور قوم میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہی۔ ایک ہوتے ہیں ضدی، جو سب کچھ جاننے کے باوجود ماننے اور سننے کو تیار نہیں اور ایک سادہ لوگ ہوتے جو پراپیگنڈہ سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ شاید ڈائیلاگ کا یہ فائدہ تو نہ ہو کہ جو پالیسی ساز لوگ ہیں اور جو یہ سب کچھ شعوری طور پر کررہے ہیں ان کو شاید ہم نہ سمجھا سکیں۔ لیکن جو غیر شعوری طور پر کررہے ہیں یا جو سادہ لوگ ہیں، پراپیگنڈے سے متاثر ہیں ان کو حقائق بتا کر ہم اپنا ہم نوا بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا بین المذاہب مکالمے کا مقصد اس لحاظ سے تو یہ ہونا چاہیے کہ اسلام کا صحیح رخ ان کے سامنے پیش کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے، اسلام کے خلاف جو منفی پراپیگنڈہ ہے اس پراپیگنڈہ کو کئی لوگ جانتے ہیں اور کئی نہیں بھی جانتے، ان کے سامنے لایا جائے۔

میں جب امریکہ گیا تو کئی جگہوں پر وہاں ڈائیلاگ ہوئے۔ چرچوں میں گیا، اسلامک سنٹروں میں گیا اور کئی مختلف جگہوں پر گیا۔ جب قوموں کا اجتماع ہوتا تھا تو میں ان سے کہتا تھا کہ جناب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کلکم من بنی آدم وادم من التراب (تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا کے انسان ایک برادری ہیں اس لئے کہ ان کی نسل بھی ایک اور ان کی اصل بھی ایک ہے، نسل میں تو اس طرح کہ ہم سب آدم وحوا کی اولاد ہیں اور اصل میں اس طرح کہ ہم سب مٹی سے پیدا ہوئے۔ ہماری نسل بھی ایک اور اصل بھی ایک ہے اور اور مسلمان بحیثیت مسلمان اگر دین پر یقین رکھتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ مجھے صرف مسلمانوں کے مفاد کے بارے میں نہیں سوچنا چاہئے بلکہ پوری دنیا کے انسانوں کے مفاد کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ میں اس کو مسلمان اور عالم ماننے کو تیار نہیں ہوں جو صرف اپنے محدود دائرے میں سوچے اور باہر کی دنیا کے بارے میں نہ سوچے۔ اس لئے کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور علیہ السلام پوری دنیا کے انسانوں کے نبی ہیں۔ قرآن میں اللہ نے کہا قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً. پوری انسانیت کو خطاب کیا ہے تو حضور علیہ السلام نے کیا ہے۔ پہلے تو ہر نبی مجھے اور آپ کو، یا بنی اسرائیل! یا قوم! کہتا ہوا نظر آتا ہے حضور علیہ السلام نے کہا یا ایھاالناس (اے لوگو!) پوری انسانیت کو اگر خطاب کیا ہے تو حضور علیہ السلام نے کیا ہے اور قرآن نے کہا ھدی للناس اور آپ کے بارے میں کہا اخرجت للناس، یہ امت پوری انسانیت کے لئے ہے قرآن کریم پوری انسانیت کے لئے ہے، یہ پیغمبر پوری انسانیت کے لئے ہے، انسانیت سے رشتے توڑ کر، منہ موڑ کر ہم یہ پیغام نہیں پہنچا سکتے، بلکہ ان سے بات چیت کے ذریعے اور قریب لا کر بات کر سکتے ہیں اور یہ مسلمانوں کے بارے میں تصور بھی غلط ہے کہ وہ باقیوں کے بارے میں نہیں سوچتا، ان کی ہمدردی اور خیر خواہی نہیں چاہتا، نہیں نہیں، بلکہ جتنی خیر خواہی وہ مسلم برادری کی چاہتا ہے اتنی ہی وہ انسانی برادری کی بھی چاہتا ہے۔ وہ امن اپنے لئے نہیں مانگتا بلکہ سب کے لئے مانگتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے مکۃ المکرمہ میں اور مدینہ طیبہ میں اپنے لئے امن نہیں مانگا تھا، بلکہ دوسروں کو بھی امن دیا تھا اور انہیں کہا کہ تمہیں بھی کوئی خطرہ نہیں اور تمہارے دشمنوں کے خلاف ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اسلام وسعتِ نظر سکھاتا ہے: اس لحاظ سے اسلام کے بارے میں مطالعہ کریں، قرآن پڑھیں تو آپ دیکھیں گے کہ کتنا زیادہ ہمیں وسعت نظر سکھایا گیا ہے، جگہ جگہ آ رہا ہے سلام علی ابراھیم، سلام علی الیاس، والسلام علی یوم الدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا انہ کان صدیقا نبیا۔ پچھلے نبیوں کی تعریفیں کی جا رہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ان پر سلام بھیجا جا رہا ہے اور مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ یہ نہ کہے کہ حضور علیہ السلام سے پہلے آنے والے تمام نبیوں کو مانتا ہوں اور ایمان مکمل نہیں ہوتا کہ جب تک یہ نہ کہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے اترنے والی وحی پر میرا ایمان ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اترنے والی وحی پر بھی میرا ایمان ہے۔وما انزل من قبلك ان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ہے۔قرآن مجید میں حضرعائشہؓ کے نام کی کوئی سورت نہیں، حضرت خدیجہؓ کے نام سے کوئی سورت نہیں، حضرت مریمؑ کے نام کی سورت ہے۔اسلام کی اس وسعت نظری کو، اسلام کی ان چیزوں کو بتانے کی ضرورت ہے اور اس سے شاید ان لوگوں کا جو مسلمانوں کے خلاف اقدامات شعوری طور پر کر رہے ہیں ان کا شاید ذہن نہ بدل سکے لیکن امید ہے کہ غیر شعوری طور پر جو کر رہے ہیں ان کا ذہن بدل سکے۔اس کے لئے مکالمے کی ضرورت ہے۔اس سے فرار نہیں چاہئے بلکہ اس کو صحیح اصولوں پر رکھنا چاہئے۔

فتح ہمیشہ برہان کو ہوتی ہے: ہم نے پاکستان میں الحمدللہ دینی مدارس کے تحفظ کی جنگ مکالمے اور ڈائیلاگ کے ذریعے ہی لڑی ہے۔اگرچہ برصغیر کو قیام کے پہلے دن سے لے کر آج کے دن تک جنگ لڑنی پڑ رہی ہے لیکن نائن الیون کے بعد یہ جنگ علاقائی نہیں رہی، یہ ملکی نہیں رہی، یہ انٹرنیشنل بن گئی اور الحمدللہ اس محاذ پر، اس معرکے پر آپ کے مدارس کی قیادت نے اپنا مقدمہ جس کامیابی کے ساتھ لڑا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مکالمہ اور بات چیت بڑی برہان و دلیل کے ساتھ ہوتا ہے۔میں نے ایک دفعہ ایک عالم سے کہا کہ حضرت بڑے بحرانوں سے گزر رہے ہیں ایک بحران ختم نہیں ہوتا دوسرا آ جاتا ہے۔پاکستان کے مدارس میں غیر ملکی طلباء کی تعلیم پر پابندی اور رجسٹریشن آرڈیننس سے ابھی جان نہیں چھوٹی تھی کہ نیا آرڈیننس آ گیا۔تو مجھ سے کہنے لگے کہ مولوی حنیف: الحمدللہ وفاق المدارس کو جو تمہاری قیادت ہے وہ بحران کا مقابلہ برہان سے کر رہی ہے اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ فتح ہمیشہ برہان کی ہوتی ہے، بحران کی نہیں ہوتی۔

دنیا میں امن قائم کرنے میں مذہب کا کردار سب سے اہم ہے: عجیب بات ہے کہ چند دن پہلے کچھ رپورٹیں پڑھ رہا تھا، کہ ایک انٹرنیشنل ڈائیلاگ پر ہونے والی ایک کانفرنس کی روئیداد میری نظر سے گزری۔میں حیران ہو رہا تھا، وہ کہہ رہے تھے کہ دنیا میں مذہبی ہم آہنگی اور امن کیلئے سب سے بڑا کردار مذہب ادا کر سکتا ہے۔یہ وہ قوتیں تھیں جو کہتی تھی کہ نہیں مذہب کو درمیان سے نکال دو۔آج اقوام متحدہ بھی مان رہا ہے کہ مذہب کا کردار سب سے اہم ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جناب پوری دنیا میں جو جنگ یا لڑائی ہے مذہبی رجحانات رکھنے والے نوجوانوں کی وجہ سے ہے۔نام اس کو مذہب کا دے دیا گیا ہے۔میں اس پر شرح صدر کے ساتھ حقائق اور دلائل دے سکتا ہوں۔مذہب تو امن کی تعلیم دیتا ہے۔ [illegible] والی ہیں۔یہ تمام جنگ سیاسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفادات کی جنگ ہے، معاشی مفادات کی بناء پر ہے عنوان اس کو مذہب کا دے دیا گیا ہے۔ مذہب تو پہلے بھی تھا، نائن الیون سے پہلے مذہب نہیں تھا؟ مسلمانوں کے ساتھ تاریخی ظلم ہوا ہے جس کا اب تک عالمی برادری نے کوئی حل نہیں کیا اور جس کا یہ ردعمل ہے۔ ردعمل پر بات ہوتی ہے عمل پر نہیں ہوتی اور یہ بات میں نے امریکہ اور باہر کے ملکوں میں بھی کی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ تاریخی طور پر ظلم ہوا ہے فلسطین اور کشمیر میں اور آج تک عالمی برادری اس کا حل نہیں نکال سکی۔ لہٰذا یہ سیاسی مسائل ہیں، مذہبی نہیں ہیں، بہانہ مذہب کا لیا جاتا ہے۔ مذہب تو قیام امن میں کردار ادا کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں مذہبی لوگوں کو مل کر بیٹھنے کی ضرورت ہے اور ہمیں بیٹھ کر بیک زبان کہنا چاہئے کہ دنیا پر جنگ سیاسی قوتوں نے مسلط کی ہے مذہب نے نہیں۔ مذہب کو انہوں نے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے یہ ریاستی جبر اور تشدد، یہ مذہب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سیاسی عزائم کی وجہ سے ہے اور یہ باتیں اگر ہم ایک پلیٹ فارم پر بیٹھیں گے نہیں تو کیسے کریں گے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتی ہیں جب ہم مکالمہ کریں گے، گفت و شنید کریں گے، ڈائیلاگ کریں گے، بات چیت کریں گے۔

بات طویل ہوگئی مختصر کرتے ہوئے اور سمیٹتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔ میں نے آپ کو عرض کیا کہ مذہبی ہم آہنگی کا صحیح مطلب میرے نزدیک کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ میں غلط سمجھا ہوں لیکن جو میں اپنی ناقص علم سے سمجھا ہوں جو غلط ہے وہ بھی میں نے عرض کر دیا اور جو صحیح ہے وہ بھی میں نے عرض کر دیا۔ اسلام کا صحیح تعارف کرانے کے لئے، تنازعات کو اور ممکنہ خطرات کو روکنے کے لئے اور تنازعات کو حل کرنے کے لئے جہاں کہیں کوئی بھی اقلیت خواہ وہ مسلم اقلیت ہو یا غیر مسلم اقلیت ہو، کسی بھی ریاستی جبر کا، تشدد کا، یا کسی بھی محرومی کا شکار ہے اس کے لئے ہمیں مل جل کر کوششیں کرنی چاہئیں۔ اس لئے کہ اگر ہم یہاں اکثریت میں ہیں تو ان کے ملکوں میں اقلیت میں ہیں۔ اگر یہاں ہم اقلیتوں کو حق نہیں دیں گے تو وہاں ہم کیسے مانگیں گے کہ ہم یہاں اقلیت میں ہیں ہمیں حق دو؟ باقی یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ دنیا کا کوئی ملک آپ مجھے نہیں دکھا سکتے جہاں اقلیتوں کے قانون اور ضابطے میں فرق نہ ہو۔ ہر ملک میں فرق ہے اور ضابطے مختلف ہوتے ہیں۔ جمہوریت اسی کو کہتے ہیں کہ جو جمہور چاہیں گے اس کے مطابق قانون سازی کریں گے۔ اقلیت اور اکثریت کے لئے ضابطے الگ الگ ہیں۔ یہ ہر ملک میں ہوتا ہے۔

بین المذاہب مکالمے کا مقصد اور طریقہ کار: توضیح رخ پر کھنے کے لئے ضروری۔ ہے کہ یہ مکالمہ وہ لوگ کریں جو اہل علم اور اہل دانش ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت اور دین کی صحیح فہم عطا کی ہے۔ مالی مفاد کی بناء پر غلط آواز میں اپنی آواز نہ ملا دے، یہ مکالمہ حکمرانوں اور سیاستدانوں سے نہیں دین داروں سے اور علماء سے ہونا چاہئے اور اس مکالمے سے پہلے ایک دوسرے کے وجود کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اسلام دیگر مذاہب کی توہین سے روکتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔﴿ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم﴾ اور میں نے جو آیتیں پڑھی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوا فی الدین ولم یخرجوا کم من دیار کم أن تبروا ھم وتقسطوا إلیھم﴾ اس ڈائیلاگ کا مقصد ہونا چاہیے ''بقائے باہمی'' ''جیو اور جینے دو''۔ دنیا کو امن دینا، دنیا کو انصاف دینا اور انسان کو احترام اور وقار دینا، تنازعات کو حل کرنا، ممکنہ خطرات کو روکنا اور معاشی خوشحالی لانا، تعلیم، صحت، روزگار، یہ ہر ایک کا حق ہے۔ آج دنیا میں سائنس کی تمام ترقی کے باوجود ایسے ملک دنیا میں موجود ہیں، جہاں کے لوگ خطِ غربت سے بھی نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ غربت کی لکیر سے بھی نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ لہٰذا دنیا کے وسائل اور اسباب کا صحیح استعمال ہو۔ اس کے لئے ضروری ہوگا کہ ہر ایک کے وجود کو تسلیم کیا جائے۔ ہر ایک کی حقیقت کو تسلیم کیا جائے۔

تہذیب کو مذہب سے جدا نہیں کیا جاسکتا: بہت سے لوگ مذہب اور تہذیب کو الگ الگ سمجھتے ہیں، میرے نزدیک مذہب اور تہذیب ایک ہی چیز ہے۔ ہر مذہب اپنی ایک تہذیب بھی رکھتا ہے، کلچر بھی رکھتا ہے، اپنی ثقافت بھی رکھتا ہے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ اپنے مذہب پر رہو، مگر کلچر ہمارا اپنالو، یہ نہیں ہوسکتا اسی طرح امن نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک کی تہذیبی اقدار کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اور آج مغربی دنیا کو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ مغربی دنیا اس بات کو مانے کہ اگر مسلمانوں سے ڈائیلاگ کرنا ہے، مکالمہ کرنا ہے، بات چیت کرنی ہے تو ان کے جداگانہ تشخص کو، پہچان کو، ان کے کلچر کو، ان کی ثقافت کو ماننا ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا کہ ہمارا کلچر اپنالو، ہماری تہذیب کو اپنالو۔ جہاں تم اپنی تہذیب کو نہیں چھوڑ سکتے، وہاں ہم اپنے مذہب اور تہذیب کو بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ تہذیب اور مذہب دونوں کا کردار ساتھ ساتھ ہے۔ ہر مذہب کی اپنی تہذیبی اور ثقافتی اقدار ہوتی ہیں، اس کا کلچر ہوتا ہے، جب تک اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک ڈائیلاگ اور پرامن بقائے باہمی نہیں ہوسکتا۔

دنیا میں زیادہ بات چیت کی جو ضرورت پڑتی ہے، پڑنی چاہیے یا پڑے گی، وہ زیادہ مسلمانوں میں یا عیسائیوں میں ہوسکتی ہے، یہودیت کوئی دعوتی مذہب نہیں ہے، کوئی دعوتی دین نہیں ہے، وہ نسبی ہے اور ہندو بھی نسبی مذہب ہے۔ یہ دو دعوتی ہیں عجیب بات ہے کہ یہودی جو کم تعداد میں ہیں اور نسبی ہیں، جن کے مذہب میں دوسرا نہیں آسکتا، بڑی مشکل سے کوئی آئے تو آئے، وہ چاہتے ہیں کہ اس دنیا کی عالمی سیاست میں ہمیں برابر کا مقام ملے، ہاں عیسائی اور اسلام یہ دونوں دعوتی مذہب ہیں، ان کے درمیان مکالمے کا فروغ دینے کی زیادہ ضرورت ہے، زیادہ اہمیت ہے، بات چیت کی ضرورت ہے، اور ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی چیز رویوں کی تبدیلی ہے۔ رویے انسان کو قریب بھی لاتے ہیں اور انسان کو دور بھی لے جاتے ہیں۔ وہ دوستی کی بنیادیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی کھڑی کردیتے ہیں اور نفرت کی دیواریں بھی کھڑی کردیتے ہیں۔ رویے بدلنے کی ضرورت ہے انہیں رویوں میں سب سے بڑی چیز دوسروں کا احترام ہے۔

ایک عیسائی کہنے لگا کہ پاکستان اور دوسرے ملکوں میں ضرورت ہے کہ شعور پیدا کیا جائے تو میں نے کہا کہ ہاں! ضرور ہونا چاہیے، لیکن اس سے زیادہ ضرورت ان ملکوں میں شعور پیدا کرنے کی ہے، جن کو دنیا پڑھا لکھا کہتی ہے، ترقی یافتہ کہتی ہے، یعنی یورپ اور مغرب۔ وہاں ضرورت ہے کہ شعور پیدا کیا جائے کہ مذہبی ہم آہنگی اور مذہبی احترام کی اس وقت دنیا میں کتنی بڑی ضرورت ہے۔ اور تمہارے ایک غیر ذمہ دارانہ رویئے اور اقدام سے کتنا نقصان اور قتل، ہو جاتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ کیسے؟ میں نے کہا کہ جناب دیکھئے کہ جو بھی نبی کریم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ توہین کرتا ہے، مغربی دنیا مراعات کی بارش کر دیتی ہے، سلمان رشدی بدنام زمانہ کو سرکاری اعزازات، القابات، ان کو مختلف ملکوں کی نیشنلٹی، ان کو آسان ویزے تحفظ فراہم کیے جاتے ہیں۔ سلمان رشدی کے بارے میں آپ نے پڑھا کہ اس کو برطانیہ نے ''سر'' کا خطاب دیا ہے۔ آپ بتایئے کہ ایک مسلمان کتنا بڑا ہی گنہگار کیوں نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عزت و ناموس پر وہ جان دینا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ آپ مسلم دنیا کو کیا میسج دے رہے ہیں؟ جب آپ ایک گستاخ رسول کو اعزاز سے نوازیں گے، انعامات سے نوازیں گے، اس کے لئے مراعات کھولیں گے تو آپ بتایئے کہ اس سے مسلم دنیا کے اندر کیا نفرت نہیں پیدا ہوگی۔ سرکاری سطح پر کیا آج تک کسی مسلم ملک نے کسی بھی مذہب کی دشمنی کرنے والے کو کوئی اعزاز دیا ہے؟ آپ مجھے ایک مثال دے دیں۔ ان چیزوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ میں آج ہی سوچ رہا تھا کہ کیا کبھی یورپ کے ملکوں نے کسی مسلمان ملک کو ان کا مطلوب ملزم پیش کیا ہے۔ ہم اگر کہیں کہ یورپ کے غریب ترین ملک میں ہمارا دشمن بیٹھا ہے اور ہم نے اس پر حملہ کرنا ہے، آپ ہمیں اس کی اجازت دیں تو کیا وہ اجازت دیں گے؟ ہمارا خفیہ معلومات کے اندر تعاون کرو، یہ تو ہم بڑے فراخ دل ہیں کہ آؤ جناب! ہمارے تو ائیر پورٹ حاضر ہیں، ہماری فوج حاضر، ہماری فضا حاضر، ہمارے ہتھیار حاضر، کرو مسلمان ملک پر حملہ، سب کچھ ہم قربان کر دیں گے، آج سب کچھ دے دیں گے، ایک نہیں سینکڑوں پکڑ کر ان کے حوالے کر دیں گے۔ آج اگر مسلمان دنیا کہے کہ سلمان رشدی ہمارے حوالے کرو، ہم اس پر مقدمہ چلانا چاہتے ہیں تو کوئی پیش کرے گا؟ یہ تمام چیزیں سوچنے کی ہیں اور ڈائیلاگ کرنے کی ہیں۔ انسانیت کے حوالے سے عالمی امن، سیکورٹی، خوشحالی، ان تمام چیزوں کو بنیاد بنا کر مکالمہ اور ڈائیلاگ ہونا چاہیے، بات چیت ہونی چاہئے، ہم بات چیت کریں گے، مگر درست لوگوں کے ذریعے ہو، درست ایجنڈے کے تحت ہو، مذہب کو کوئی سیاست کے طور پر استعمال نہ کرے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆......☆☆

© rasailojaraid.com